ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وومن یونی ورسٹی، سیال کوٹ

اقبال کا تصور "نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر" ایک تفصیلی جائزہ

Dr. Sabina Awais
Assistant Professor, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.

Iqbal's concept of "Creating a New Time in the New Morning and Evening" A Detailed Review

Iqbal's whole poetry carries a message generally for all, especially for young generation. The poem, "Javaid Nama" was an inspirational piece of work written by Allama. This poem portrays a guiding principle for Muslim young genderation. In this poem, he not only addressed his son but also manuered to impart his ideology in young leaders. Iqbal was very optimistic about young world. He thought youg mind could create a "new World" by manipulating their abilities positively. Iqbal's Motto revolves around bringing revolution through character by following the teaching of Holy Prophet (P.B.U.H). World's darkness can only be wiped out by adopting Islam in its true spirit, undoubtedly. Iqbal's poetry is a true manifesto for Muslim nation.

Keywords: *Alla Iqbal, Young Generation, Ideology, Optimistic, Young Mind, Abilities, Positivity, Revolution, True Spirit, Muslim Nation, True Manifesto.*

علامہ اقبال ایک بڑے شاعر، مفکر، دانش ور اور مبلغ بھی تھے۔ در حقیقت اہلِ مشرق کے جذبات و احساسات کی عکاسی اقبال نے بہت دلآویز الفاظ میں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اقبال کے افکار نہ صرف پوری قوم کے لیے مشعلِ راہ ہیں بلکہ خاص طور پر نوجوانوں کے جذبات و احساسات کی بھرپور عکاسی بھی کرتے ہیں۔ پیشِ نظر شعر اقبال کی نظم "جاوید کے نام" سے لیا گیا ہے۔ اس کا ذیلی عنوان ہے "لندن میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط آنے پر"۔ ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی تصنیف "زندہ رود" میں لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"۱۹۳۲ میں جب گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے ابا جان انگلستان گئے تو اس وقت میری عمر کوئی سات سال کے لگ بھگ تھی۔ میں نے اوٹ پٹانگ ساخط لکھااور خواہش ظاہر کی کہ جب وہ واپس تشریف لائیں تو میرے لیے ایک گراموفون لیتے آئیں۔ گراموفون تو وہ لے کر نہ آئے لیکن میرا انھیں انگلستان میں لکھا ہوا خط ان کی نظم "دیارِ عشق... کی شانِ نزول کا باعث ضرور بنا"۔ (۱)

پیشِ نظر نظم میں ابتدا سے آخر تک پدرانہ شفقت نظر آتی ہے اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اقبال اپنے لختِ جگر میں کون کون سی خوبیاں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس نظم میں اقبال نے اپنے بیٹے جاوید کو حقائق و معارف سے بھی آگاہ کیا ہے، نصیحتیں بھی کی ہیں اور دعائیہ کلمات سے بھی نوازا ہے۔ چوں کہ اقبال کو اپنے چھوٹے بیٹے جاوید سے نسبتاً زیادہ محبت تھی۔ اس لیے جاوید کی ولادت کے بعد اقبال کی تخلیقات میں ان کا ذکر موجود ہے مثلاً "جاوید نامہ" بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز کی بیش تر نظموں میں ان کا ذکر موجود ہے بظاہر تو اقبال اپنے بیٹے سے مخاطب ہیں لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ملت اسلامیہ کے تمام نوجوانوں کے غم میں بے چین رہے یہ نظم در حقیقت تمام مسلم نوجوانوں کے لیے لمحہ ءفکریہ ہے کہ انھیں فکر اقبال کی روشنی میں کس طرح اپنے آپ کو اسلامی کردار کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔

اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ ایک عالم گیر سیاسی و عمرانی انقلاب کا دور تھا۔ انیسویں صدی عیسوی ختم ہو رہی تھی، لیکن اس کے اثرات ابھی باقی تھے۔ بیسویں صدی کی ابتدا تھی اور عالمِ انسانی پر جنگ کے مہیب بادل چھا رہے تھے۔ جنگِ عظیم اوّل کے آتشیں لاوے نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جنگِ عظیم کے بادل ختم ہوئے تو ایک طرف تخریب کے ہولناک مناظر تھے اور دوسری طرف ایک عصرِ نو کی تعمیر کے سامان ہو رہے تھے۔ عالمِ انسانی کے اضطراب میں کوئی کمی نہیں آئی تھی کہ عرصہ روزگار پر ایک دوسری عالم گیر جنگ کے سیاہ بادل منڈلانے لگے۔ دوسری عالم گیر جنگ کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں کہ جب شاعرِ مشرق نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم "علامہ اقبال اور تعلیم وتربیت" میں رقم طراز ہیں کہ:

"جب بھی کوئی نوجوان اقبال سے سوال پوچھتا تھا تو ان کے چہرے پر شگفتگی آجاتی تھی اوران کا لہجہ بدل جاتا تھا اور وہ بڑے جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ اس سے باتیں کرنے لگ جاتے اور ہر وہ نوجوان جو کہ ان کی گفتگو سن کر جاتا وہ ایک تڑپ لے کر جاتا اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اس کو یہ خیال ہوتا کہ مَیں پھر یہاں آؤں گا۔ گویا اقبال کو اپنے نوجوانوں سے بڑی محبت تھی"۔ (۲)

اقبال کے نظام افکار میں تخلیق عالم نو کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان کے فلسفہ اور پیغام کی غایت ہی یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ وہ نئی دنیا پیدا کر سکیں۔ اقبال زمانے میں تجدید اور ترقی کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی بھی زمانہ ہو اس کے اپنے پیمانے ہوتے ہیں۔ پرانے زمانے کے معیاروں سے کسی زمانے کو جانچا نہیں جا سکتا جب نئے پیمانے وضع ہوتے ہیں تو پھر نئے صبح و شام جنم لیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نئی دنیا کیا ہے؟ نئے صبح و شام کیا ہیں؟ اس سے اقبال کی کیا مراد ہے؟ دراصل اقبال ایک انقلاب آفریں شاعر ہیں۔ انقلاب آفریں ہستی وہ ہوتی ہے جو زمانے کو نئی سوچ دیتی ہے جو پرانے الفاظ اور خیالات کو مفاہیم کے نئے جہان عطا کرتی ہے۔ اقبال کی خواہش ہے کہ جس طرح سرکار دوعالمؐ نے نئی دنیا پیدا کی۔ دنیا میں سب سے بڑا انقلاب برپا کیا۔ اسی طرح حضور پاکؐ کے غلام بھی حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا میں انقلاب پیدا کریں اور وہ انقلاب یہ ہے کہ مسلمان اس دنیا کو جو تاریکی میں ڈوبی ہے قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کریں۔ اس جہان کو بدل دینا ہی اقبال کے پیغام کا حقیقی مقصد ہے جسے انھوں نے مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے۔ دراصل اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی، اس وقت وطنِ عزیز پر برطانوی اقتدار کا غلبہ تھا۔

اقبال کو اگرچہ اپنے نوجوانوں سے بہت محبت تھی انھوں نے اپنے کلام میں واشگاف الفاظ میں اس محبت و شفقت کا اظہار بھی کیا۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے خیال میں اقبال کی نوجوان نسل سے محبت و شفقت کا صلہ اس طرح دیں کہ:

> "ان کے کلام کو پڑھیں اس پر غور کریں اور خاص کر وہ نظمیں دیکھیں جو کہ انھوں نے جاوید اقبال اپنے بیٹے کے نام لکھی ہیں۔ انھیں غور سے پڑھنے کے بعد معلوم ہو گا وہ صرف جاوید کے نام نہیں ہیں بل کہ ہر نوجوان کے نام ہیں۔ پاکستان کے اس نوجوان طبقہ کے بارے میں ہیں جسے وہ اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں"۔ (۳)

کلامِ اقبال کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نئی نسل اور نوجوان ہی اقبال کے اصل مخاطب ہیں۔ یوں تو ان کی ساری شاعری میں ایک خاص مقصد پایا جاتا ہے لیکن اقبال نے جن نظموں میں خاص طور پر نئی نسل اور نوجوانوں کو خطاب کیا ہے ان میں خطاب بہ جوانانِ اسلام، ایک نوجوان کے نام، جاوید کے نام، عبدالقادر کے نام،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صدائے غیب، شاہین، ذوق و شوق، پیامِ مشرق، مسجد قرطبہ، ساقی نامہ، نصیحت، دعا، زمانہ، نوید صبح اور سلطان ٹیپو کی وصیت وغیرہ شامل ہیں۔

شاعرِ مشرق کی پیشِ نظر نظم لکھنے کا مقصد دراصل یہ تھا کہ ان کے بیٹے جاوید بالخصوص نوجوان نسل میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ فرنگیوں سے مرعوب ہو کر ان کی تقلید نہ کریں بلکہ محنت اور خودی سے اپنا نام اور مقام پیدا کریں۔ اگر ان نوجوانوں میں مسلسل محنت اور عمل پیہم اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو گا تو یہی جذبہ انھیں منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ اقبال "بالِ جبریل" میں فرماتے ہیں:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہیں ان کو اپنی منزل آسمانوں میں (۴)

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند (۵)

مسلمان نوجوانوں کے پاس ایک کامل دین ہے جس کی تقلید سے وہ کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔ اقبال دراصل دین مصطفویؐ کا فیض مدینے سے لے کر نوجوانوں کو یورپ سے بہتر روشنی دینا چاہتے ہیں۔ نیا زمانہ اور نئے صبح و شام پیدا کرنے کے لیے اقبال محنت کو شعار بنانے کی تاکید کرتے ہیں۔ جس کا عملی نمونہ اقبال نے خود قوم و ملت کے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا پھر اپنے اشعار میں قرآنِ کریم کا حوالہ بھی دیا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اللہ پاک کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک اسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو اس لیے اقبال نوجوان کو تعلیم کے ساتھ ساتھ محنت اور لگن کے ساتھ جدوجہد کا بھی مشورہ دیتے ہیں جو ان کی تقدیر بدلنے میں معاون ثابت ہو گی۔ اقبال "ضربِ کلیم" میں فرماتے ہیں:

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد (۶)

اقبال نوجوانوں کو کائنات کی تسخیر کے لیے دعوتِ عمل دیتے ہیں۔ اقبال اسلاف کی میراث اور بزرگوں کے اسوۂ حسنہ اور طور طریقوں کا ذکر کر کے انھیں جھنجوڑتے بھی ہیں اور ان کے لیے درست راہوں کا تعین بھی کرتے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اٹھانہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر (۷)

اقبال نے اپنے کلام میں ثابت قدمی، حوصلہ مندی، بلند پروازی، عزم و استقلال، غیرت مندی، ریاضت، محبت، خودی، مردِ مومن پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اقبال جانتے ہیں کہ ناساز گار حالات کو ساز گار بنانے کی صلاحیت نوجوان طبقہ میں زیادہ ہوتی ہے اور نوجوان کسی بھی قوم کے جوہر اور بیش بہا سرمایہ ہوتے ہیں اگر نئی نسل اور نوجوانوں میں دلیری، استقلال، ثابت قدمی، اولوالعزمی اور عزمِ مصمم ہو تو وہ کسی بھی پہاڑ یا چٹان سے ٹکرانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اقبال نے اپنی آرزوؤں کا محور بھی نئی نسل کو بنایا۔ اقبال کے نزدیک ملک و ملت کے لیے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں (۸)

اقبال کو یقین تھا کہ نوجوان مسلمانوں کا مستقبل شاندار ہے اور دنیا کی امیدوں کا دارومدار انہی پر ہے۔ وہ قوم کو توحید، اخوت، عمل اور عشق کا درس دیتے ہیں۔ تاکید کرتے ہیں کہ ان کی قوم اپنے آپ کو پہچانے، خود اعتمادی سیکھے اور خودی کے مفہوم کو سمجھے اور ایسے اصولوں پر کاربند ہوں جو اسے ترقی کی معراج تک پہنچا دے۔ معراج نیرؔ لکھتے ہیں:

"اقبال جوانوں کی صفات میں کردار کی بلندی، خیالات کی پاکبازی، احساسات کی حرمت، بے نیازی اور غیرت کے حسین امتزاج کے قائل تھے"۔ (۹)

نئی قومی قیادت کا انحصار نوجوانوں کی درست تربیت پر ہے اگر کسی قوم کے نوجوان اعلیٰ کردار کے مالک، روشن دل و دماغ کے حامل اور احساسِ ذمہ داری کے مالک ہوں اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو صیقل کریں تو قیادت و امامت کے قابل بن سکتے ہیں۔ ایسی قوم کبھی انحطاط کا شکار نہیں ہو گی اقبال ایک ایسے ہی جہانِ تازہ کے خواہشمند ہیں اس لیے وہ نوجوانوں کی ہمت بڑھاتے ہوئے انھیں نئے جہانوں کی تلاش کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں (۱۰)

اقبال اپنے نوجوان شاہین میں مستیِ گفتاری کے بجائے مستیِ کردار کا علمبردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں جہاں کہیں شاہین کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں ان کا اشارہ نژادِ نو کی جانب ہے وہ مسلمان زادوں میں شاہین کے اوصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال زوال آمادہ، آرام طلب اور جنگ گریزاں مسلمانوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ حسب و نسب اور خیالات و افکار کے اعتبار سے شاہینی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور شہِ لولاک کا شاہین ہے۔ اقبال نوجوان نسل میں شاہین کی جو خوبیاں دیکھنے کے خواہاں ہیں ان میں اوّلین صفت تیز نگاہی ہے دوسری بلند پروازی، تیری خودداری، چوتھی آشیاں گریزی (یعنی آشیانہ نہ بنانا، فطرت کے قریب رہ کر زندگی گزار دیتا ہے) علومِ جدیدہ سے بہرہ یاب ہوں وہ شاہینوں کو دعائیہ صورت میں یہ تحفہ دیتے ہیں:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے (۱۱)

کلامِ اقبال میں شاہین کا لفظ نوجوانوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اقبال نژادِ نو میں شاہین کی صفات دیکھنا چاہتے ہیں۔

"شاہین پرندوں میں خاص مقام رکھتا ہے، وہ اپنا گھونسلا نہیں بناتا۔ بڑے بڑے اور اونچے درختوں کی چوٹیوں پر بسیرا نہیں کرتا۔ وہ پہاڑوں کی چٹانوں پر رہتا ہے۔ اتنا اونچا اڑتا ہے کہ نظروں سے دور ہو جاتا ہے۔ زیادہ وقت اڑنے میں صرف کرتا ہے۔ وہ تھکتا بھی نہیں۔ اپنے بچوں کو چیل اور کوے جیسے لالچی پرندوں کے ساتھ کھیلنے نہیں دیتا تاکہ وہ ان کی عادتوں کو اپنا نہ لیں"۔ (۱۲)

اقبال چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان نوجوان خودداری، خوداعتمادی، بے نیازی، بلند پروازی، دور اندیشی، جہدِ مسلسل، عملِ پیہم کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ اقبال کو یقین ہے کہ ان کی قوم کے نوجوان ایک بار بیدار ہو جائیں تو دنیا کی کوئی قوم ان پر حکمرانی نہیں کر سکتی۔ اقبال کے فلسفہءحیات کا مرکزی نقطہ 'خودی' ہے جس کا مطلب شخصی انفرادیت کا احساس، شعورِ ذات اور عرفانِ نفس ہے۔ خودی استحکام کے ذریعے نیابتِ الٰہی کے درجے تک پہنچتی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے۔ خودی کے تین مراحل اطاعتِ خداوندی، حبِ رسولؐ، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان مراحل کو طے کرے گا وہ انسانِ کامل ہو گا۔ لہٰذا کوئی انسانِ کامل ہی یہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ انسانی ضمیر میں انقلاب پیدا کرے۔ اس مقام پر فائز ہونے سے پہلے خودی کی تربیت ناگزیر ہے اور خودی کی تربیت کا ایک ذریعہ عشق ہے۔ چنانچہ جاوید "بالِ جبریل" میں فرماتے ہیں:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر (۱۳)

ڈاکٹر صدیق جاوید لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ نے جاوید کو خودی، عشق اور فقر کا مسلک اختیار کرنے کی جو تلقین فرمائی ہے۔ وہ دراصل ملتِ اسلامیہ کے تمام نوجوانوں کے نام پیغام ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی، عشق اور فقر ہی نوجوانوں کی صلاحیتوں کو صیقل کر کے انھیں قیادت اور امامت کے قابل بنائیں گے"۔ (۱۴)

اقبال کے نزدیک ملک و قوم کے نوجوانوں کی بھلائی اس امر میں پنہاں ہے کہ انھیں جہاں سے اچھی بات ملے اسے پنا لیں اور جہاں کوئی غلط بات پر اکسائے اسے ترک کر دینا چاہیے۔ وہ اگرچہ مغرب کی اندھی تقلید کے مخالف ہیں لیکن مغرب کی اچھائیوں کے معترف ہیں انھیں اپنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے علوم کے امتزاج نے اقبال کو اپنے لیے ایک نئی اور مستقل راہ اختیار کرنے میں مدد دی لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی فکر کی بنیاد عقائد اسلام پر رکھی۔ قیامِ لندن کے دوران اقبال مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یورپ کی زرپسندی نے انھیں متنفر کیا۔ یورپ میں رہ کر مشاہدہ تہذیب اور تقابلی مطالعہ کے نتیجے میں اقبال میں جو سب سے بڑا انقلاب آیا وہ ان کا مغربی تصورات سے متنفر ہو کر ذہنی و قلبی طور پر اسلامی تعلیمات کی جانب رجوع کرنا تھا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"اقبال کو یہ ملال تھا کہ جو علم و حکمت ان کے آباؤاجداد سے منسوب ہے وہ اب یورپ کی ملکیت ہے۔ اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلمان کم از کم مغربی علم و دانش سے آگاہ ہوں۔ اس طرح ان کی مراجعت ان کی اپنی تہذیب کی طرف ہو گی۔ کیونکہ مغربی علم و حکمت اور علوم وفنون کا سلسلہ مسلمانوں سے جاملتا ہے۔[۱۵]

اقبال کہتے ہیں کہ مسلمان نوجوان علم اور عمل اور جدوجہد کے ذریعے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرے اور عزت و احترام کا مرتبہ حاصل کرے اس کے لیے لازم ہے کہ قدیم روایات کو ترک کر کے خود کو نئی اور مثبت جہتوں سے ہم آہنگ کرے۔ تاکہ ترقی کر کے دوسری اقوام کے صرف دوش بدوش ہی نہ چلے بلکہ ان سے سبقت لے جائے اور اس طرح ان کا روشن ماضی عود کر آئے گا۔ اقبال جہاں روشن مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں وہیں وہ اس کی مطابقت سے نژادِ نو کو پیش آنے والے خدشات کا بھی اظہار کرتے ہیں تاکہ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمان نوجوانوں کے اوصاف اور خصائص کی تربیت کی جائے تاکہ وہ ان ذمہ داریوں کے اہل ہو سکیں۔ اقبال نے مثالی نوجوان کا تعارف اس طرح پیش کیا۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری
عجب نہیں اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز
کہ نیستاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری[۱۶]

اقبال کے نزدیک نوجوانوں کے لیے ایسی تعلیم کے خواہشمند ہیں جو عقل و عشق دونوں کو خودی سے محکم کر دے۔ کیونکہ عقل عشق کی وجہ سے حقیقت آشنا ہوتی ہے اور عشق عقل کی وجہ سے مضبوطی حاصل کرتا ہے جب عقل اور عشق جمع ہوں گے تب ایک جہانِ نو کی تعمیر ہو گی۔ اقبال یہی پیغام اپنے شاہینوں کو دیتے ہیں کہ اٹھ اور نیا جہاں پیدا کر اور کبھی خدا سے التجا کرتے ہیں۔

جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اقبال کا پیغامِ حیات نئی نسل سے ان کے تعلق کو استوار کرتا ہے۔ اقبال ایک انقلابی مفکر تھے۔ ان کے نزدیک انقلاب کی کشمکش سے بھرپور زندگی میں ہی قوموں کی بقا ہے جب کہ انقلاب سے محروم زندگی موت کا پیغام ہوتی ہے۔ کہتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب (۱۷)

زندگی کا یہ انقلاب ندرتِ فکر و عمل کا نتیجہ ہے ایسی ندرت فکر و عمل جو اپنی دنیا آپ تخلیق کرتی ہے۔ نہ صرف اپنی دنیا خود تخلیق کرتی ہے بلکہ اسے اپنے طور پر سنوارتی اور پروان چڑھاتی ہے۔ قوموں کا شباب اور سوزِ آرزو اسی ندرتِ فکر و عمل سے عبارت ہے۔ اقبال نوجوانوں کو ایک نئی دنیا کی تعمیر کی دعوت دیتے ہیں اس دنیا کی تعمیر وہی کر سکتا ہے جس نے بقول اقبال دنیا میں خانہ کعبہ بنایا اور حضرت محمدؐ اس کے وارث ہوئے اور دنیا کی قیادت کا علم سنبھالا۔ اقبال مسلمانوں کو اس امانت کا بوجھ اٹھانے کی دعوت دیتے ہوئے انھیں تیار کرتے ہیں یا کبھی اسلاف کے کارناموں کے حوالے سے کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے پر ابھارتے ہیں کبھی مغرب کی تباہی کا حوالہ دے کر اور کبھی یورپ کے عالمی بگاڑ کا ذکر کر کے۔ اقبال کے نزدیک اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان بالخصوص نوجوان طبقہ عالمی قیادت کے لیے میدان میں آئے، دنیا میں مثبت تبدیلی لائے اور قواعدِ ابراہیمی اور سنتِ محمدیؐ پر عمل پیرا ہو کر تعمیر نو کرے۔ اقبال ہر صاحب دل نوجوان کو ملت کے مقدر کا ستارہ قرار دیتے ہوئے اسی کیف میں پکار اٹھتے ہیں:

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں (۱۸)

کلامِ اقبال میں امروز کے آئینے میں فردا کی یہ معمولی سی جھلک دیکھنے اور دِکھانے کے ساتھ ساتھ شاعر اپنے لیے بھی اسی زمانے میں ایک لائحۂ عمل تجویز کر لیتا ہے۔ اقبال ''بانگِ درا'' میں فرماتے ہیں:

مَیں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ مری، نفَس مرا شعلہ بار ہو گا (۱۹)

پھر اس لائحۂ عمل کی روشنی میں اور اس شعور و احساس کی بنیاد پر جو اس مختصر سے وقفے میں پیدا ہوا۔ اقبال نے اپنے افکار و اشعار کی عمارت تعمیر کرنے کا کام لیا۔ وہ عصری حادثات و انقلابات سے بھی متاثر ہوتے رہے۔ لیکن ان کی نظر زیادہ تر مستقبل کے امکانات پر رہی اور عصرِ نو کا استقبال ان کی فکر و نظر کا مرجع بن گیا۔

اقبال نے یاس و ناامیدی کے عالم میں شکوہ بھی کیا جو ایک شاعر فردا کے لیے کچھ موزوں نہیں سمجھی جاتی لیکن وہ بہت جلد سنبھل گئے۔ انھیں غم و الم کے مستقبل کی تعمیر کے لیے شعلہ جوالہ بن سکتی تھیں۔ فاطمہ بنت

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عبداللہ، حضور رسالت مآبؐ میں، محاصرہ ادرنہ اور اسی قسم کے چند چھوٹے چھوٹے واقعات پر چھوٹی چھوٹی نظمیں یاس کی تاریکی میں اُمید کی کرنیں بن کر چمکنے لگتی ہیں اور پھر جواب شکوہ میں شیرازۂ ملی کے انتشار اور بے عملی کا محاسبہ اور شمع وشاعر میں سوز و درد کے ساتھ ساتھ امید ورجا کا انداز، یہ سب باتیں شاعر کے عارضی تذبذب کو یقینِ محکم میں بدلنے اور مستقبل کے بارے میں پُرامید بنانے میں مدد دیتی ہیں۔

اقبال نے سخت کوشی کو ایک فلسفہ بنا دیا۔ اقبال کا دور وہ دور تھا جب مسلمان نوجوان عیش و نشاط، لھو و لعب اور تن آسانی کا شکار ہو چکے تھے جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ انسانی و اخلاقی صفات سے محروم اور علم سے دُور ہو چکے تھے۔ یہ وہی صورتِ حال ہے جس کا شکار آج کی نوجوان نسل بھی ہے۔ اس اعتبار سے اقبال کی شاعری کی اہمیت آج بھی اتنی ہی ہے جس قدر ان کے اپنے عہد میں تھی۔ اسی طرح نسلی یا ملی تفاخر بھی آج کی طرح حالی کے عہد میں نوجوان نسل کو کھائے جا رہا تھا۔ اقبال فرماتے ہیں:

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو (۲۰)

اقبال نے قوم کے اس مرض کی تشخیص بہت پہلے کر لی تھی۔ وہ جان گئے تھے تن آسانی نوجوانوں کو جہد آزما ہونے سے روکتی ہے اور وہ اس کی کمی اس فخر سے پوری کر لیتے ہیں کہ ان کا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس نے دنیا بھر پر حکمرانی کی ہے۔ اقبال مسلم نوجوان کو اس کوتاہی سے نکال کر جد وجہد، اخلاقِ حسنہ اور علم کے ذریعے بلند قامتی میں بدلنا چاہتے تھے۔ اقبال کے نزدیک قوم پر دورِ زوال آیا ہوا ہے۔ تو اس کی وجہ قوم کی تن آسانی، سماجی اخلاقیات سے دُوری، مذہب کی غلط تاویلوں فضل و ہنر کی کمی ہے، اس لیے وہ اپنے کلام میں قوم کے نوجوانوں کو علم و عمل کی طرف بلاتے ہیں۔

دورِ حاضر کا مہذب نوجوان ہلاکت و بربادی کے کنارے پر کھڑا ہے لیکن ابھی تک وہ اپنی نو بہ نو ترقیات و ایجادات کی بھول بھلیوں میں بھٹکا ہوا، قلب و نظر کی دنیا سے کوسوں دُور ہے۔ اقبال "ضربِ کلیم" میں فرماتے ہیں:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شُعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا (۲۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اقبال نوجوانوں پر یہ حقیقت منکشف کرنا چاہتے ہیں کہ سائنس کی ایجاد و ترقی عالمِ انسانی کی فلاح و بہبود کے کام اُسی صورت میں اور اُسی وقت آئے گی جب مادیت کو روحانیت سے ہم آہنگ کر کے آفاق میں ایک خوشگوار توازن قائم کیا جائے گا۔

اقبال نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی پوری تاریخ رقم کر دی ہے اور صرف تاریخ ہی رقم نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب کا سُراغ بھی لگایا۔ ان اسباب میں ایک سبب نوجوانوں کی بے راہ روی ہے۔ اقبال کی خواہش ہے کہ نوجوان جوانی کو محض ترنگ سے بھرپور اور خوش دلی سے معمور ہی نہیں سمجھتے بلکہ نژادِ کہنہ کا وارث اور ہر لمحہ دبے پاؤں داخل ہونے والے مستقبل کا امین سمجھتے ہیں۔ جہاں اقبال مستقبل کے آئندہ نقوش کی نشاندہی کرتے ہیں وہیں وہ اس کی مطابقت سے نژادِ نو میں پوشیدہ یا ظاہری خصائل کی تربیت بھی کرتے ہیں تاکہ وہ اس ذمہ داری کے اہل ہو سکیں۔ کہتے ہیں:

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری (۲۲)

اقبال جب گاہے دل و دماغ میں مایوسی کچوکے بھرتی ہے تو اقبال پریشان ہوتے ہیں کہ کیا آج کا نوجوان سست روی، تساہل پسندی، بداندیشی یا کم کوشی کو خیرباد کہہ کر کبھی شاہین کی طرح جاں کاہی، رفعت پسندی اور جگر سوزی کو اپنائے گا یا نہیں، تو علامہ اقبال کا درج ذیل شعر ذہن کے نہاں خانوں سے اُبھرتا ہے:

عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک (۲۳)

اقبال نوجوانوں میں اس طرح کی صفات کے عروج کے متمنی ہیں اور اس انداز اور ایسے لفظوں میں دعا گو ہیں کہ ان سے فغانِ نیم شبی کی صدا آتی ہے۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مرا عشق، میری نظر بخش دے [۲۴]

اقبال کے نظریۂ حیات میں مستقبل کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ عمرانی نقطۂ نظر سے اس کا وجود ماضی و حال سے زیادہ بدیہی ہے اور کوئی ایسا شخص جو مفکر، مؤرّخ اور شاعر بھی ہو اور اپنے سامنے کچھ مقصدِ حیات بھی رکھتا ہو، اس بدیہی حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ اقبال کی خواہش ہے کہ ہمارا نوجوان بیک وقت ماضی کے حُسن و قبح، حال کے نشیب و فراز اور مستقبل کے نور و ظلمت پر مکمل طور پر حاوی ہو۔ ایک ہاتھ میں صالحہ روایات کا سورج ہو تو دوسرے ہاتھ میں اُبھرتے ہوئے جذبوں اور ولولوں کا چاند ہو۔ اقبال کا واضح مقصد پاکستانی معاشرے کی ان خطوط پر تشکیل ہے جن کی نشاندہی اقبال نے کی ہے۔ کلامِ اقبال کے مطالعہ سے فکر و نظر کے نئے دریچے وا ہوتے ہیں۔ نوجوان نسل کے ذہنوں میں فکری جمود کے بجائے تحقیق و جستجو اور عمل و حرکت کا ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اقبال نے ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی ایک بالغ نظر مفکرِ اسلام کی حیثیت سے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افکارِ اقبال عصرِ حاضر میں بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آج اقبال کی روح نوجوان نسل کو یہ پیام دے رہی ہے کہ اے نوجوان! اگر تو صاحبِ نظر ہے تو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ زندگی ایک جہانِ دگر تعمیر کرنے میں مصروف ہے جب کہ تم (مسلمان) آپس میں ہی جنگ آزما ہیں۔ کلامِ اقبال میں رجائیت کا پہلو اس لیے بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ اقبال کی نگاہِ دُور رس نے ملتِ اسلامیہ کی کیفیت کو ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے میں دیکھا ہے۔ مختصر یہ کہ اب وقت آگیا ہے کہ افکارِ اقبال کے تراجم کر کے تمام اسلامی ممالک میں کثرت سے پھیلائے جائیں۔

مہذب قوموں کے نوجوان کمپیوٹر سے علمی تحقیق کا کام لیتے ہیں جب کہ ہمارے نوجوان سیلفی اور ٹک ٹاک میں مصروف ہیں۔ موبائل فون پر ایک دوسرے سے چیٹنگ میں زندگی گزارتے ہیں۔ اقبال اس بات کو یوں فرماتے ہیں کہ "لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی"۔

اقبال کی خواہش ہے کہ نئی نسل کورانہ تقلید کے بجائے سچائی کی تلاش کے لیے تحقیق کے راستے پر گامزن ہو۔ نہ صرف نئے جہان تلاش کرے بلکہ نئے جہانوں کی تعمیر بھی کرے۔ اگرچہ یہ کٹھن اور طویل راستہ ہے مگر اس کو اختیار کیے بغیر منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔ اقبال جانتے ہیں کہ نوجوانوں میں مثبت صلاحیتیں پوشیدہ ہیں یہ اگر غور و فکر کریں تو دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ نوجوان علم اور عمل کے ذریعے معاشرے میں اپنی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

شناخت پیدا کریں اور وہ مرتبہ و مقام حاصل کریں جو عزت واحترام کا حامل ہے اس کے لیے لازم ہے کہ خود کو نئی اور مثبت جہتوں سے ہم آہنگ کریں۔ اقبال اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اگر ان نوجوانوں کو بلند کردار اور صحت مند تخیل میسر آجائے تو اس دُکھ بھری زندگی کی ایسی تعمیرِ نو ممکن ہے کہ یہ ایک حقیقی جنّت بن جائے۔ اقبال اُمید کا دامن تھامے ہوئے نوجوانوں کو مسلسل کوشش اور محنت کو شعار بنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرانم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی (۲۵)

اقبال کی شخصیت "افکار" نثری تحریروں اور شاعری کا بنیادی موضوع اور مخاطب نوجوان نسل ہے۔ انھیں اگر کوئی امید ہے تو انھی سے ہے کیونکہ نوجوان نسل میں وہ روحانی قوت موجود ہوتی ہے جو انھیں جدوجہد، کوشش، محنت، مشقت اور تخلیق و حصولِ علم کے قابل بناتی ہے۔ اقبال سے پہلے الطاف حسین حالیؔ نے ان شاعری میں قوم کے درد کے جو اسباب دریافت کیے اور اس کا جو علاج تجویز کیا، وہ بعد میں حضرت علامہ محمد اقبال کی شاعری میں زیادہ شکوہ اور زیادہ تخلیق طمطراق سے جلوہ گر ہوا اور ان کی شاعری کی جادوئی تاثیر کی وجہ سے مسلم نوجوان نے اپنی جدوجہد سے بالآخر پاکستان حاصل کر لیا۔ آج قوم کو اپنے نوجوانوں کی اس ہمت اور ارادے کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے اس دور میں اقبال کی شاعری کی اہمیت اور ضرورت بھی دوچند ہو گئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر جاوید اقبال: 'زندہ رود'، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۹، ص۱۶۷۔

۲۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم: "علامہ اقبال اور تعلیم و تربیت"، مشمولہ "تعلیماتِ اقبال" از اسلم ملک، علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیال کوٹ، ۱۹۸۸، ص۱۶۷۔

۳۔ ایضاً، علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیال کوٹ، ۱۹۸۸، ص۱۱۷۔

۴۔ علامہ محمد اقبال: 'کلیاتِ اقبال'، زاہد پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۴، ص۴۴۷۔

۵۔ ایضاً، ۴۴۸۔

۶۔ ایضاً، ص۶۴۳۔

۷۔ ایضاً، ص۴۷۷۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۸۔ ایضاً، ص۱۵۸۔

۹۔ سید معراج نیر: 'اقبال ایک تجزیاتی مطالعہ'، اقبال صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۷۷، ص ۱۷۱۔

۱۰۔ علامہ محمد اقبال: 'کلیاتِ اقبال'، ص۳۸۹۔

۱۱۔ ایضاً، ص۴۱۱۔

۱۲۔ انعام الحق کوثر: 'اقبالیات کے چند خوشے'، سیرت اکادمی بلوچستان، ۱۹۹۶، ص ۳۳۔

۱۳۔ ایضاً۴۷۷۔

۱۴۔ ڈاکٹر صدیق جاوید، "بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ" یونیورسل بکس لاہور، ۱۹۸۹، ص۲۱۸۔

۱۵۔ علامہ محمد اقبال: 'کلیاتِ اقبال'، ص ۶۸۳۔

۱۶۔ ایضاً، ص

۱۷۔ ایضاً، ص۴۲۸۔

۱۸۔ ایضاً، ص۵۳۲۔

۱۹۔ ایضاً، ص۱۶۸۔

۲۰۔ ایضاً، ص۲۳۰۔

۲۱۔ ایضاً، ص۵۸۳۔

۲۲۔ ایضاً، ص۶۸۳۔

۲۳۔ ایضاً، ص۳۵۱۔

۲۴۔ ایضاً، ص۴۵۲۔

۲۵۔ ایضاً، ص۳۵۱۔